مذاکرہ

سید مودودی اور جماعت کا کردار

ہم نے ملک کی معروف شخصیتوں کو پاکستان اور عالم اسلام میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریک میں سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ اور جماعت اسلامی کے فکری اور عملی کردار پر اظہار خیال کی دعوت دی تھی۔ جو جواب موصول ہوئے' وہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ تاخیر سے موصول ہونے والے جوابات آیندہ کسی شمارے میں پیش کیے جائیں گے۔ (مدیر)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

سابق چیئرمین' بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ

تحریکِ اسلامی کا دائرۂ کار صرف اپنے ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ساری اسلامی دنیا پر محیط ہے۔ دنیا میں کوئی مسلمان ملک ایسا نہیں جہاں اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیے تحریک نہ چل رہی ہو۔ اور جہاں بھی یہ تحریک اپنا وجود رکھتی ہے' اس کی سوچوں کے دھاروں کو 'جماعت اسلامی' کا لٹریچر فکر مہیا کر رہا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی بلاشک و شبہ نابغہ روزگار تھے۔ قدرت نے انھیں ایک مفکرانہ اور مجتہدانہ ذہن سے نوازا تھا اور انھیں جہاد بالقلم کی بے پناہ قوت عطا فرمائی تھی۔ انھوں نے قرآن حکیم اور حدیث شریف کے گہرے مطالعے کے ساتھ ساتھ امریکہ اور یورپ سے برآمد ہونے والے فلسفوں اور نظریوں کا بھی دقت نظر سے مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ اور پھر نہایت منطقی اور مدلل انداز میں اسلامی نظریہ و نظامِ حیات کو اجاگر کیا۔ اور ثابت کیا کہ اسلامی نظریہ یورپ کے نظریات -- سرمایہ داری' اشتراکیت' قومیت' نسیت' انسانیت وغیرہ -- کی افراط و تفریط اور تناقضات سے پاک ہے اور پورے کرۂ ارض اور بنی نوع انسان کے لیے سلامتی کا ضامن ہے۔ سید صاحب کے پاس الفاظ' دلائل' معلومات اور اسلامی افکار و اقدار کا ایک سمندر تھا جو ان کے قلم اور 'جماعت اسلامی' کے ذریعے

صفحات پر منتقل ہوتا رہا اور صفحات سے انسانی قلوب و صدور میں جاگزیں ہوتا رہا۔

یہ لٹریچر ہر اس زبان میں موجود ہے جو مسلمان ملکوں میں سمجھی' بولی اور پڑھی جاتی ہے۔ اس لٹریچر کی گرفت کے اثرات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ بیسویں صدی کے نامور اور سرکردہ مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریریں تحریک اسلامی کے لٹریچر کی روح ہیں۔ ان تحریروں میں سادگی کے علاوہ بے پناہ دلائل کی قوت ہے جو قارئین اور کارکنان کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ پوری اسلامی دنیا کی اسلامی تحریکیں انھیں اپنا رہبر مانتی ہیں۔ ہم جیسے کیسے بھی ہیں' اسلامی دنیا پاکستان کو ہی اپنا پیش رو تصور کرتی ہے اور اسلام کی فکری قیادت پاکستان کے ہی حصہ میں آتی ہے۔

تحریک اسلامی کا محور و ہدف اصل یعنی قرآن و سنت کی جانب لوٹنا ہے۔ یہی طاقت کا سرچشمہ ہیں اور انھی سے اسلام کا متحرک عمل آغاز پاتا ہے۔ انھیں کسی طور بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ مقام افسوس ہے کہ اس فکر کو ہمارے ملک میں لسانی' نسلی اور صوبائی عصبیتوں کے ذریعے فعال بننے نہیں دیا گیا۔ اس لیے ہمارا پورا معاشرہ برادری ازم' علاقہ ازم یا فرقہ پرستی میں تقسیم ہو چکا ہے۔ انھی کی وجہ سے قوم کسی نصب العین کی طرف رخ نہیں کر رہی۔

قرآن و سنت پر مبنی اسلامی دعوت فکر کی جہتیں مختلف ہیں۔ پہلی: فکری اور نظریاتی دعوت' دوسری: اخلاقی اصلاح اور تنظیم' تیسری: معاشرہ کی اخلاقی بنیادوں پر تشکیل جدید' چوتھی: سیاسی نظام کی اصلاح اور نئی قیادت کو ابھارنے کی بھرپور کوششیں --- پہلی تین جہتیں جس قدر کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہیں اتنی ہی چوتھی جہت توانائی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور صالح سیاست کی طرح ڈالی جا چکی ہے۔

تحریکِ اسلامی کی وجہ سے اسلامی دنیا مختلف چیلنجوں کا مقابلہ کر رہی ہے جس میں جذبے کی سچائی اور پُرعزم ولولے کی چھاپ صاف دکھائی دے رہی ہے۔ خدا کرے تحریکِ اسلامی کے باعث اسلامی دنیا میں جلد از جلد زیادہ سے زیادہ اتحاد' تنظیم اور یکجہتی پیدا ہو جائے' وہ اپنا آپ تلاش کرے اور دین و دنیا میں سربلند ہو کر پورے کرۂ ارض کے لیے ایک دفعہ پھر مشعل راہ بن سکے۔

جو ہو جائے جہدِ مسلسل سے واقف
وہی زندگی ہے فقط جاودانہ

بُشریٰ رحمٰن

مدیرہ 'وطن دوست' لاہور

اقبال نے ایک بار کہا تھا

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

یہ بات انھوں نے دراصل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد--- ملی فکر و سوچ کے دروازے بند ہو جانے کے خوف سے کہی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد مسلمانوں کے اہل دانش اور بارسوخ طبقات دین سے بے بہرہ ہوتے گئے اور دیندار طبقہ مالی وسائل سے محروم ہوتا گیا۔ غیر مسلموں نے ایک سازش کے تحت مقتدر طبقات اور دیندار طبقات کے درمیان معنوی بُعد پیدا کر دیا۔ جو ہماری اجتماعی تنزلی کا باعث بھی بنا۔ علامہ اقبال نے ہی Power اور Vision کی شراکت کا فلسفہ بھی دیا کیونکہ اہل اقتدار بصیرت سے بے بہرہ ہوتے گئے اور اہلِ بصیرت کو اقتدار کے دائرے سے باہر رکھا جانے لگا۔ اس بات کا مداوا عہدِ حاضر کی جس عالی مرتبت شخصیت نے کیا وہ بلاشبہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تھے۔

معاشرے کے بااثر طبقات اور متلاشیانِ حق ان کی صدا پر کشاں کشاں ان کی طرف کھنچے چلے آئے اور وہ طبقاتی بعد جس نے برصغیر کے مسلمانوں کی ملی زندگی کو "اغیار" کی سازش کے تحت قالب بے روح بنا ڈالا تھا، اس کے اندر حیات نو کی حرارت بھڑک اٹھی اور پھر وہ جسد ملی قوت کا مظہر بن کر ابھرا۔

آج جبکہ الیکٹرانک میڈیا کے مختلف ذرائع ساری دنیا کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، لکھے ہوئے لفظ کی حرمت اپنی جگہ قائم ہے اور اگر اس لفظ میں کسی صاحب نظر، اور صاحب کمال ہستی کی شبوں کا گداز اور دنوں کا سوز بھی شامل ہو جائے تو اس لفظ یا اس تحریر کی تکریم اور اثر آفرینی آنے والی صدیوں پر بھی محیط ہو جاتی ہے۔

مولانا مودودی کی تحریر کا اعجاز یہ ہے کہ ایک قاری چند سطور پڑھتے ہی اسلام کی عظمت پر سر دھننے لگتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ قول و فعل کے تمام رموز سے آشنا ہو کر دین کو حکمت و دانائی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ قاری ایک سوال کو ذہن میں لے کر ان کی تحریر کا مطالعہ شروع کرتا ہے تو اسے ازخود سیکڑوں، دوسرے، ذہن میں ابھرنے والے سوالات کے جواب ملتے جاتے ہیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ابلاغ دین متین کے تحریری و تقریری اسباق میں ان کا اسلوب مثالی اور اجتہادی ہے۔ ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگوں کو ان کی بات سمجھ میں آتی ہے۔ غالباً ایک بار بروہی صاحب نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ "مولانا مودودی بڑے پائے کے ادیب بھی ہیں"۔ اگر عالم دین اور خطیب، ادیب بھی ہو تو یہ ایک طرفہ خوبی ہے، اس لیے کہ وہ انسانی نفسیات سے قریب تر گتھیاں سلجھانے کے اہل ہوتا ہے، جو بعض اوقات عقل و خرد کی بیوں اور کیسے والی گنجلک راہوں میں اٹک جاتی ہیں۔ یہ نکتہ نئی نسل کے لیے بڑا پرکشش ہے کہ اسے جرات سوال پیدا ہوتی ہے۔ جہاں جسارت سوال نہ ہو وہاں تجسس کی تمنا مرجاتی ہے۔ جستجو اجتہاد کا باب اول ہے۔ عالم اسلام پر مولانا کے بہت سے احسانات ہیں۔ انھوں نے دو بڑے طبقات کو قریب تر کیا یعنی Power اور Vision کو ایک ساتھ راہ نمائی مہیا کی